تعلیم اور تعمیرِ انسانیت

شبیر احمد منصوری، جامعہ پنجاب لاہور

دینِ اسلام نے تعلیم و تعلم کے عمل کو جس قدر مقدس اور اہم قرار دیا ہے۔ دیگر مذاہب اور ادیانِ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسلام کا تصورِ علم نہایت وسیع ہے۔ خالق تعالیٰ، تمام انواعِ مخلوقات، آفاق و الانفس یہ سب انسانی علم کا موضوع ہیں۔ علم کی وسعت کا ایسا تصور کہ اسلام کے علاوہ کسی اور فلسفہ و فکر میں اتنی وسعت نہیں ملتی، حواس، عقل، وجدان، پورا وجودِ انسانی اور وحی الٰہی .... انبیاء کرام کی صورت میں پاکیزہ کردار معلمین کی جماعت، یہ سب انسان کو علم فراہم کرتے ہیں۔ صرف معلومات ہی نہیں بلکہ ... قلب و نظر کی اصلاح کا ایک نظام بھی دیتے ہیں۔ علم کے یہ تمام ذرائع ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ علم کے ساتھ جو چیز بھی وابستگی رکھتی ہے وہ محبوب و محترم قرار پاتی ہے۔ انسان، قلم و قرطاس، وحی لانے والا اللہ کا فرشتہ، مسجد و مکتب سب تقدس کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں .... اسلام نے علم کو اس قدر اہمیت اس لیے دی ہے کہ یہاں علم محض ایک ذہنی ورزش یا بے مقصد مشغلہ نہیں ہے، بلکہ علم روشنی اور حرارت کا ایک ایسا سرچشمہ ہے کہ جو تعمیرِ انسانیت میں انقلابی کردار ادا کرتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے علم روشنی اور جہالت تاریکی ہے۔ اللہ رب العزت جو کائنات کا خالق و مالک ہے اس کی اپنی شان اس سے بہتر کوئی بیان نہیں کر سکتا کہ جو اس نے خود بیان کی ہے .... اللہ نور السمٰوات والارض[1]: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

انسان بسا اوقات جہالت اور تاریکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن ربِ کریم اس کو سرچشمہ

---

[1] سورۃ النور: ۳۵

علم اور نور کی طرف لاتا ہے وہ انسانی قلب و ذہن کی تاریکیوں اور اندھیروں کو دور کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے ۔

اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰتِ الی النور.... والذین کفروا اولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت ... اولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون[۱]

اللہ اہل ایمان کا دوست ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت (شیطان) ہیں وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ۔ یہ لوگ آگ میں جلنے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔

علم و عرفان اور آگہی انسانی فطرت کا خاصہ ہے تعمیر شخصیت فرد اور معاشرے کی ترقی سب کا دار و مدار اللہ کے عطا کردہ بہترین علم پر ملتی ہے ۔ جس طرح انسان اندھیرے میں ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا ، بالکل اسی طرح بغیر علم کے وہ ایک قدم آگے نہیں چل سکتا .... اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کی آبیاری فرمائی ہے حصول علم کے ذوق و شوق کے ساتھ انسان کی رہنمائی بھی فرمائی ہے ۔ آفاق و انفس اور پوری کائنات علم کی وسعتوں کے ساتھ اس کے سامنے ہے سمع ، بصر ، فوائد کی بہترین استعداد اور صلاحیت کے ساتھ جس قدر چاہے اپنے دامن کو بھرے فضیلتِ آدم علیہ السّلام کا باعث وسیع علم ہے ایسا علم کہ جس میں تعمیر و ترقی کا راز پوشیدہ ہے ۔

انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات محدود علم رکھتی ہیں ۔ حیوانات کی مختلف انواع جبلتوں کی تابع ہیں ۔ اپنی پیدائش کے اوّل روز سے جہاں ہوتی ہیں وہیں رہتی ہیں یعنی ان کی زندگی کی نہج میں کچھ تبدیلی واقع نہیں ہوتی ...... سب طوعاً و کرھاً ایک ہی طریقے پر گامزن رہتے ہیں ۔ انسان اپنے علم کی بنیاد پر ماضی سے عبرت و سبق حاصل کرتا ہے ، حال کو سنوارتا اور بناتا ہے اور مستقبل کی تعمیر کرتا ہے .... انسان کا امتیاز یہ ہے کہ اس کا علم ، خود اس کا خالق ہے ۔

---

[۱] سورۃ البقرہ : ۲۵۷

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور علم کے اپنے بحرِ بے کراں سے انسان کو بھی نوازا۔
ارشادِ الٰہی ہے:

وعلم آدم الاسماء کلھا [1]

"اور اس نے آدم کو تمام اسماء (چیزوں) کا علم سکھایا۔"

فرشتے اللہ کے بیحد مقرب ہیں، اس کے احکامات سے سرمو انحراف نہیں کرتے ہمہ وقت اس کے احکامات بجا لاتے اور اس کی تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں لیکن علم کی بنیاد پر انسان ان سے افضل و برتر قرار پایا ..... حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کے حضور سے جو علم ملا وہ ہمہ گیر علم تھا ..... انسان سے بہت کچھ غیب کے پردوں میں چھپا دیا گیا ہے، تاہم وہ اپنے شعور اور نورِ باطن کی وجہ سے فرشتوں کے جہاں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے فیضانِ علم جاری رہا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو ایسی تعلیم دی کہ جس میں مادیت و روحانیت دنیا و آخرت ہر دو جہان کی تعمیر و ترقی کا سامان تھا۔ جن افراد یا قوموں نے ان سنہری علمی اصولوں کو اختیار کیا وہ کامران رہے۔ دنیا و آخرت میں انہوں نے عروج پایا۔ لیکن جن قوموں نے ان اصولوں کو نظر انداز کیا وہ خائب و خاسر رہے۔ نامرادی اور زوال ان کا مقدر بن گئی۔

تعلیم و تعمیر میں عقیدے کا کردار

فرد اور معاشرے کی تعلیم و تربیت میں عقیدہ بنیادی کردار ادا کرتا ہے تعمیرِ انسانیت اور تشکیلِ سیرت کا کوئی مرحلہ بھی درست طور پر طے نہیں کیا جا سکتا، جب تک کہ خالقِ کائنات کو اس کا محور و مرجع نہ بنایا جائے۔ بے عقیدہ تعلیم و تربیت کا کوئی نظام بھی انسانی معاشرے میں تعلیمی، معاشرتی سیاسی یا اقتصادی انقلاب برپا نہیں کر سکا۔ انقلاب و اصلاح اور تعمیر و ترقی کے نام پر دنیا میں کئی مواقع پر کچھ ہنگامے ضرور کھڑے ہوئے ہیں، ان انقلابات

---

[1] سورۃ البقرہ : ۳۱

میں بے شمار انسان تہ تیغ ہوئے ۔ انسان بے وقار ہو کر پستی و ذلت کی انتہا کو جا پہنچا ۔ اس صدی کے آغاز میں اشتراکیت کے دعوے داروں نے کیا ستم ڈھائے ۔ اس حقیقت سے آج کا انسان واقف ہے کہ تعمیر و ترقی کے نام پر کتنے ہولناک مظالم ڈھائے گئے ۔

علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں " لینن کی موت کے بعد اشتراکی پارٹی کی گورننگ باڈی نے بالاتفاق سٹالن کو سربراہ منتخب کیا اور سٹالن نے اس گورننگ باڈی کے تمام ممبران کو قتل کروادیا۔ تمام وزراء کو تہمت خیانت سے متہم کرتے ہوئے ہلاک کر دیا ۔ مزدور یونین جو اسے مبارک باد دینے جمع ہوئی تھیں ان کے ۸۰ فیصد سیکرٹریوں کو تہ تیغ کر دیا ۔ ۱۹۳۶ء کی دستور کمیٹی کے ۲۷ میں سے ۱۵ ممبروں کو مروا ڈالا ۔ کیمونسٹ پارٹی کے ترپن میں سے تینتالیس سیکرٹریوں کو موت کی نیند سلا دیا ، سوویٹ روس کی مجلس دفاع کے ۸۰ میں سے ۷۰ ممبران کو ہلاک کر دیا ۔ سرخ فوج کے پانچ میں سے تین مارشلوں کو قتل کر دیا ۔ ۱۹۳۶ء میں مجلس وزراء کے گیارہ میں سے ۹ ارکان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور سرخ فوج کے ۶۰ فیصد کمانڈروں کو اور تیس ہزار سرکاری ملازمین کو ہلاک کر دیا " یہ قتل و غارت گری اشتراکی نظام کی جزو لاینفک ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ روس کے کارفرما خدا اور اس کی تعلیمات کے منکر ہیں وہ تعلیمات جو انسان کو انسانیت کا درس دیتی ہیں اور اسے مکارم اخلاق سے آراستہ کرتی ہیں لے

ممتاز ماہر تعلیم پروفیسر سید محمد سلیم اہل مغرب کی خدا بیزاری کا حال یوں لکھتے ہیں " آخر میں وہ ہر قسم کے اخلاق اور مذہب کے منکر ہو گئے انہوں نے خدا اور آخرت بلکہ ہر نوع کے مابعد الطبیعی تصور کے خلاف بغاوت کر دی اور انکار کی لے کو اہل مغرب بہت دور تک لے گئے ۔

لا کلیساء ، لا سلاطین ، لا الہ ۔

ان کی دلچسپیوں کا محور اور مرکز صرف عالم طبیعیات اور عالم مادیات رہ گیا لے
اس نقطہ نظر کے پروان چڑھنے کے بعد تعلیم میں دین و مذہب اور اخلاقی تعلیم کی کچھ اہمیت

لے الایمان والحیاۃ بحوالہ ایمان اور زندگی ، ص ۱۵۹ - ۱۶۰

لے مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ ، ص ۲۵ ۔

باقی نہ رہی۔ تعلیم کا مقصد تعمیر سیرت و تربیت کے بجائے محض پیداوار بڑھانا، کارخانے چلانا اور ملازمت کرنا قرار پایا۔ معاشرتی اور اخلاقی علوم کی تحقیر ہونے لگی ان تصورات کے ساتھ جو سیاست، معیشت اور معاشرت و عدالت پروان چڑھی۔ اس نے افراد معاشرہ میں اضطراب اور بے سکونی پیدا کر دی پھر یہ تعلیم ایک کاروبار اور تجارت کی سی شکل اختیار کر گئی۔ تعلیم گاہیں اعلیٰ و ادنیٰ، خواص و عوام کے لحاظ سے طبقاتی تفریق کا شکار ہو گئیں۔ حصول تعلیم اور تعمیر و ترقی کی اس دوڑ میں معاشی لحاظ سے کمزور افراد محروم ہونے لگے مادی طور پر کچھ افراد کو برتری حاصل ہو گئی اور بے شمار انسانوں کی حالت انتہائی خستہ ہو گئی۔ مادی لحاظ سے تو کچھ افراد مالا مال ہو گئے مگر زندگی کی اعلیٰ اقدار پورے معاشرے سے غائب ہو گئیں۔ اس بے خدا نظام میں تعلیم کے ثمرات خدا بیزاری، غیر حسی صداقتوں کی آفاقی حیثیت، اور اخروی زندگی کے حقائق سے انکار کی صورت میں سامنے آئے اور یہ اس تعلیم کا طبعی نتیجہ تھا۔

بقول علامہ اقبال :

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اسکے کمالات کی ہے برق و بخارات[1]

اشتراکیوں اور اہل مغرب کی یہ حالت اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اپنے نظام تعلیم سے توحید رسالت، آخرت اور اعلیٰ مذہبی و اخلاقی اقدار کو نکال باہر کیا۔ خودکشی، طلاقوں کی کثرت اور قتل و غارت سب اسی طرز زندگی کے ثمرات ہیں جو اس قسم کے تصور تعلیم کا خاصہ ہیں۔

قرآنی تصوّر تعلیم

قرآن علم اور عقیدے کو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم قرار دیتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیثیت معلمین کی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انما بعثت معلماً[2]" بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ علم کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] کلیات اقبال، بال جبریل ص ۶۰۰ / ۱۰۸

[2] مشکوٰۃ المصابیح (رواہ الدارمی) الجزالاول، ص ۸۶ -

اللہ رب العزت کے حضور رجوع فرماتے ایسے علم کو آپ نے باعثِ عذاب فرمایا جو صاحب علم کو نفع نہ دیتا ہو۔ فرمایا اشد الناس عذابًا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ علمہٗ[1] قیامت کے روز شدید ترین عذاب میں ایسا عالم مبتلا ہوگا کہ جس کو اس کے علم نے نفع نہ دیا ہو۔

قرآن کریم میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ علم کے لیے اللہ سے دعا کرنی چاہیے جو حقیقی سرچشمہ علم ہے۔ فرمایا قل رب زدنی علمًا[2] کہیے کہ اے میرے پروردگار میرا علم بڑھائیے"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی ہی وحی میں علم کے رشتے کو آیت کریمہ کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ خلق الانسان من علق اقرأ و ربك الاكرم ۔ الذی علم بالقلم ۔ علم الانسان ما لم يعلم[3]

"پڑھ اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا، انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب تو بڑا ہی بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سکھایا انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

علم کا حقیقی سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ حقیقی علم کو انسان اللہ سے وابستہ ہو کر ہی حاصل کر سکتا ہے۔ دل و دماغ کے بند دریچے اسی وقت کھلتے ہیں جب تعلیم و تعلم کا مقصد معبود حقیقی کو ٹھہرایا جائے اور اس کے ساتھ تعلق کو مضبوط کیا جائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام دیگر انسانوں سے بڑھ کر علم رکھتے ہیں اسی وجہ سے خالق حقیقی سے ان کا قرب زیادہ ہے..... حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسماء اشیاء (چیزوں کے ناموں) کا علم سکھایا۔ وعلم آدم الاسماء کلھا[4] اور آدم کو اس نے تمام تمام اسماء (چیزوں) کا علم سکھایا..... حضرت

---

[1] کنز العمال، ص ۱۸۷

[2] سورۃ طٰہٰ: ص ۱۱۴

[3] سورۃ العلق ۱ تا ۵

[4] سورۃ البقرہ: ۳۱

موسیٰ علیہ السّلام کو تعلیم کی خاطر "طور" پر بلایا ، حضرت داؤد علیہ السّلام کو مابعد الطبیعاتی حقائق کے علاوہ لوہے اور زرہ سازی کی تعلیم دی ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں منطق الطیر" سکھائی ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر محض فیضانِ علوم ہی نہیں ہوا بلکہ آپ فرماتے ہیں ادبنی ربی فاحسن تادیبی "میرے رب نے میری تربیت کی اور بہترین طریقے سے تربیت کی" انبیاء و رسل علیہم السّلام کے نزدیک علم کا حقیقی مرجع صرف اللہ کی ذات ہے ارشاد الٰہی ہے انما العلم عند اللہ[1] تحقیق سارا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دینی و روحانی تعلیم کے ساتھ اس مادی زندگی کے لیے ضروری علوم کی طرف بھی انسان کی رہنمائی کی ہے ۔ مسلمانوں کے ہاں اسی وجہ سے ہر دو طرح کی تعلیم اہم رہی ہے ...... تعمیرِ سیرت اور دنیوی زندگی کی تعمیر و ترقی دونوں پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں ۔

معروف ماہرِ تعلیم پروفیسر سیّد محمد سلیم لکھتے ہیں :

"مسلمانوں کی تاریخ تعلیم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ پہلے دینی علوم کی تحصیل کرتے تھے اور اس کے بعد کاروانی ، کارآموزی اور ہنرمندی کی طرف متوجہ ہوتے تھے ۔ مسلمانوں کی تعلیم درحقیقت دونوں تعلیموں کا مجموعہ ہوتی ہے ۔"[2]

بے عقیدہ تعلیم کے ثمرات

اگر تعلیم و تعلم کی اساس کوئی صحیح عقیدہ نہ ہو تو ایسی تعلیم سے دنیا و آخرت کے بگاڑ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا ۔ تعلیم ایک مثبت اور اصلاحی عمل کے بجائے منفی اور بگاڑ کا سبب بن جاتی ہے ۔

پروفیسر خورشید احمد بے عقیدہ تعلیم کا احاطہ یوں فرماتے ہیں ۔

---

[1] سورۃ الاحقاف : ۲۳

[2] مسلمان مثالی اساتذہ اور مثالی طلبہ ، ص ۹۸

الف : بے عقیدہ تعلیم طلبہ میں اجتماعی تصورات پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے اور جب کوئی ان اجتماعی تصورات کے شعور سے بے بہرہ ہو جائے جو اسے عمل اور قربانی پر ابھارتے ہیں تو تاریخ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ ایسی اقوام جو اجتماعی نظریئے کے شعور سے عاری ہو جائیں اور جنہوں نے کسی اعلیٰ اور برتر نصب العین کے لیے جینا اور مرنا نہ سیکھا ہو وہ تاریخ عالم میں کوئی بڑا کارنامہ تو کیا سرانجام دیں گے۔ اپنے وجود تک کو برقرار نہیں رکھ سکتیں تاریخ میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے کہ جب کسی قوم نے اپنی منزل کا شعور کھو دیا تو وہ نقشِ پا کی طرح مٹا دی گئی۔

ب : بے عقیدہ تعلیم نئی نسل کے قلب و روح میں اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے میں ناکام رہتی ہے اس کا تعلق صرف دماغ کے مطالبات سے ہوتا ہے روح کے مطالبات سے یہ بیگانہ وار ہی گزر جاتی ہے۔ دونوں کی نشو و نما دو متضاد سمتوں میں ہوتی ہے جس کا نتیجہ ایک زبردست قومی نقصان کی صورت میں نکلتا ہے۔

ج : بے عقیدہ تعلیم کا تیسرا نتیجہ لامرکزیت اور علم کی شعبہ جاتی تقسیم کی صورت میں نکلا ہے۔ بے عقیدہ تعلیم علم کو ایک ہی محور پر مرتکز یا منظم کرنے میں ناکام رہی ہے طلبہ اپنی زندگی اور اردگرد کی دنیا کو چھوٹی چھوٹی غیر مربوط جزئیات کی شکل میں دیکھتے ہیں وہ علم کی وحدت اور زندگی کی یک رنگی اور مرکزیت کے احساس سے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔

د : بے عقیدہ تعلیم ایسے افراد پیدا کرتی ہے جو زندگی کے بنیادی حقیقی اور واقعی اور زندہ مسائل پر کوئی عبور نہیں رکھتے۔ عملی زندگی کے بارے میں ان کا علم اس قدر سطحی سا رہ جاتا ہے کہ اس کی کوئی ٹھوس افادیت باقی نہیں رہتی[1]

تعلیمی نصب العین

اسلام اپنے تصورِ تعلیم میں ایک واضح نصب العین دیتا ہے۔ وہ نصب العین عرفانِ الٰہی

---

[1] اسلام کا نظریۂ تعلیم، ص ۱۱ ایضاً اسلامی نظامِ حیات، ص ۲۵ م ۔

اور مقصد زندگی کی پہچان ہے پھر اس کے مطابق تعمیر کردار اور تکمیل چاہتا ہے ... مکتب و استاد۔ انسانی کردار کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم کامل بنا کر بھیجا اور تعمیر انسانیت کے لیے آپ کے عمل کو بہترین نمونہ قرار دیا۔

ارشاد الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [1]

"تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے بعد صحابہ کرام کی سیرتوں کا مطالعہ بھی تعمیر کردار ادا کر سکتا ہے۔ صحابہ کرام وہ ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے رسول اکرمؐ سے براہِ راست تربیت پائی۔ قرآنِ کریم نے جن کے کردار اور انسانیت کی گواہی دی ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [2]

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں"

اسلام مادیت و روحانیت کے حسین امتزاج کا نام ہے۔ لہٰذا اسلام زندگی کی خوشیوں کی نفی نہیں کرتا۔ قرآن وسنت نے ایک طرف دینی و روحانی رہنمائی فراہم کی ہے تو دوسری جانب زندگی کی ضروریات پوری کرنے اور روشن زندگی کی تربیت کا سامان فراہم کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ان دونوں تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معلمانہ شان یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ کے لیے عملی نمونہ پیش کرتے ہیں انفرادی و اجتماعی، دنیوی و اخروی زندگی کی تعمیر و ترقی کا کوئی

---

[1] سورۃ الاحزاب : ۲۱

[2] سورۃ الفتح : ۲۹

گوشہ آپ کی عملی رہنمائی سے ہرگز خالی نہیں رہا ہے ۔ تاجر، قاضی، سپہ سالار، بحیثیت انقلابی رہنما قائد اور گھریلو زندگی میں تمام رشتوں کے لیے آپ عملی نمونہ ہیں ۔ حضورِ اکرم ایسے معلّم کامل ہیں کہ انسان کی پوری زندگی کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں ۔ آپ دراصل چلتا پھرتا قرآن ہیں قرآن ہدایتِ الٰہی ہے اور اس میں ساری انسانی زندگی کا احاطہ کیا گیا ہے ۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی شعبہ زندگی کو نظر انداز نہیں فرمایا انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام معاملات سے آپ ؐ آگاہ بھی ہیں اور امت مسلمہ کے لیے بھی عرفان و آگہی کا سامان کرتے ہیں ۔

تعلیم کا المیہ

ہماری تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ یہ اپنے محور و مرکز اور حقیقی اہداف سے ہٹ چکی ہے ۔ ہمارے اہداف غیر متعین ، ہمارا نصب العین غیر واضح ہے ۔ اللہ جو سرچشمہ علم ہے اس سے دوری، محسنِ انسانیت رسول کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ناواقفیت پروان چڑھ رہی ہے ۔ طلبہ و اساتذہ کسی اعلیٰ نصب العین سے عاری محض ایک کارِ عبث میں مصروف ہیں ۔ دینی مدارس کے طلبہ جدید اور دنیوی علوم سے ناآشنا ہیں ۔ دنیوی تعمیر و ترقی سے لاتعلق ہیں لہٰذا وہ دوسروں کو اس بارے میں کچھ رہنمائی نہیں دے سکتے ...... جدید تعلیم یافتہ دین و مذہب کی تعلیمات سے بڑی حد تک بیگانے ہیں ۔ چنانچہ معاشرے میں چلتے پھرتے ، ان دونوں گروہوں کو الگ اور نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تلامذہ کی تربیت فرمائی وہ رات کے راہب اور دن کے شہسوار تھے ۔ زندگی کے کسی بھی عملی میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہتے تھے بلکہ ہر شعبہ زندگی میں انہوں نے لوگوں کی امامت اور قیادت کی ہے ۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم فلکیات ، نباتیات ، طبیعیات ، طب و ہندسہ ، معاشرت و سیاسیات ہر شعبہ تعلیم میں مسلمانوں نے قیادت اور سیادت کا سکہ جمایا ہے ۔ سائنس کی موجودہ ترقی مسلمان فلاسفہ و سائنس دانوں کی مرہونِ منت ہے عصرِ حاضر کے مسلم معلّم کی وسعتِ فکر و نظر ختم ہو چکی ہے ۔ طلبہ ذہنی و فکری آوارگی کا شکار ہیں تشکیل و تعمیر کا عمل جمود کا شکار ہے ہمارا نصاب بے جان اور بے مقصد نسل پروان چڑھا رہا ہے ۔

..... اس زوال میں سب سے اہم کردار اور مسئولیت اساتذہ پر عائد ہوتی ہے تشکیل سیرت اور تعمیرِ انسانیت کے باب میں عصرِ حاضر کا استاذ ناکام رہا ہے۔

معلم: معمارِ معاشرہ

معلم کا کردار تو بڑا ہی ہمہ جہت ہوتا ہے وہ معاشرے کا معمار ہے نئی نسل کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے معاشرے کو ایک جہت دیتا ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر نے شاہی خاندان کی تعلیم پر مامور ملا صالح کو خطاب فرماتے ہوئے کہا ہے "کیا میرے معلم کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ مجھے روئے زمین کی ہر قوم کے امتیازی خصائص سے روشناس کراتا مجھے علم ہونا چاہیے کہ ان اقوام کے وسائل اور ان کی طاقت کیا ہے؟ ان کے آداب و اطوار، مذاہب و طرزِ حکومت، طریقِ جنگ وغیرہ کیا ہیں؟ اور وہ کون سے امور ہیں جن میں یہ دلچسپی رکھتی ہیں اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ باقاعدہ تعلیمی نصاب کے ذریعے بتایا جائے کہ ریاست کا آغاز کیسے ہوا؟ قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کیا ہیں اور وہ کون کون سے اسباب و عوامل اور حوادث ہیں جن کی بنا پر عظیم تبدیلیاں اور مہتم بالشان انقلابات رونما ہوتے رہے ہیں لے

تعمیرِ انسانیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاندار کردار

انسان کے سامنے حقائق کے دو بڑے دائرے آتے ہیں۔ ایک ظواہر و محسوسات کا دائرہ اور دوسرا امورِ غیب کا دائرہ .... انسانی حواس کی گرفت سے جو چیزیں باہر ہیں انسان ان کی معلومات حاصل نہیں کر سکتا، ان ماورا محسوس چیزوں کے علم سے بالکلیہ بے نیاز بھی نہیں ہو سکتا۔ خالق و مالک حیات بعد الموت اور نظروں سے اوجھل دیگر حقائق ایسے امور ہیں کہ جن کے بارے میں ہمیں ضروری معلومات انبیاء کرام علیہم السلام اور وحی الٰہی کے ذریعے ملتی ہیں۔

لے برنیر کے سفر بحوالہ اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۳۸

انبیاء کرام اس محسوس اور معلوم دنیا کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ روحانی و مادی زندگی کے لیے رہنمائی، ہدایات اور اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

انبیاء کرام کے ہمہ گیر تعمیری کردار پر بحث کرتے ہوئے نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

"جب کبھی کوئی نبی اٹھتا ہے تو وہ ایک ہمہ گیر تہذیبی انقلاب اور ایک تعلیمی تحریک کا علمبردار بھی ہوتا ہے ... حضورؐ بھی زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی لانے کے لیے دینِ حق کو لے کر مبعوث ہوئے اور عقائد و افکار سے لے کر احکام و قوانین تک ہر چیز کی تعمیرِ نو کا کام آپ کے سامنے تھا۔ اتنا بڑا کام سرانجام دینے کے لیے حضورؐ معلم الناس ہی نہ تھے، ایک وسیع تعلیمی تحریک کے سربراہ بھی تھے۔"

دینِ حق کی تعلیمی تحریک کے سربراہ کی حیثیت سے حضور کے لیے پورا معاشرہ کلاس روم تھا اور آپ ذہنی و فکری لحاظ سے بھی تعلیم دینے والے تھے، اخلاقی و معاشرتی لحاظ سے بھی فریضہ تعمیر ادا کرنے والے تھے۔ سیاست و اقتصاد کے دائروں میں بھی صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرنے والے تھے اور مخالف و مزاحم تخریبی قوتوں کے مقابلے میں جنگاہ کے اندر بھی کمان کرنے والے تھے۔ حضورؐ نے عملاً تعلیمی تحریک چلا کر توسیعِ علم کے لیے جو کام کیا اس کا بڑا نمایاں نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں تک حضور کا پیغام پہنچا ان کے اندر طلبِ علم کی شدید پیاس پیدا ہوگئی اور جوں جوں دینِ حق پھیلتا گیا ہر قسم کی علمی ترقیات کی رفتار تیز تر ہوتی چلی گئی[1]

خرم مراد تعمیرِ انسانیت میں معلّم کے کردار کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔ "مسلمان کی یہ آرزو اور اس کا یہ مقصد کہ اس کی زندگی کی تعمیرِ نو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہو زندگی کے بہت سارے مختلف پہلوؤں پر حاوی ہے، سارے مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو انسان کی پوری زندگی کو اپنی گرفت میں لینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام کے لیے جو جدوجہد اور کشمکش برپا ہے وہ زندگی کے ہر دائرے پر حاوی ہے۔ اس کا معرکہ سیاست کے میدان میں بھی لڑا جا رہا ہے اور معیشت کے میدان میں بھی، خاندانی زندگی بھی اس کا ایک اہم مورچہ

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلّم، ص ۱۷۔

ہے اور فرد کی شخصیت بھی اور اسی طرح تعلیم کا میدان بھی ایک ایسا میدان ہے کہ جہاں یہ معرکہ ہر جگہ پوری شدت سے برپا ہے۔ اس جدوجہد میں سب سے زیادہ اہم مقام ایک استاد کا ہے۔ تعلیم کا اصل مقصد یہ نہیں کہ محض معلومات فراہم کر دی جائیں، بلکہ مقاصد، تصورات، روایات و تہذیب کی حفاظت کرنا اور ان کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا یہ سب سے نازک اور اہم فریضہ ہے جو قوم کی طرف سے استاد پر عائد ہوتا ہے..... استاد کہیں بھی ہو، خواہ اپنے مدرسے میں ہو یا اپنے ادارے میں اپنے محلے، اپنے گاؤں یا شہر میں مقصدِ زندگی کے بل پر اپنے اندر اتنی جان پیدا کر سکتا ہے کہ جو اہم تقاضے اس کے اوپر عائد ہوتے ہیں وہ ان کو پورا کر سکے فرماتے ہیں کہ..... اساتذہ کا سب سے پہلا کام خود اپنی صورت گری ہے۔ اپنی ذات کی تشکیل ہے۔ اپنی خودی کی تعمیر ہے۔ اپنی صلاحیتوں کا نشو و نما اور ارتقاء ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ کے سامنے زندگی کا کوئی ایسا مقصد نہ ہو جس کے لیے آپ پورے کے پورے وقف ہوں جو فکر و خیال کا مرکز، جو تگ و دو کا محور ہو... یہ مقصد جتنا اعلیٰ اور آپ کی فطرت سے ہم آہنگ ہوگا اتنا ہی بلند آپ کا ارتقاء ہوگا۔[1]

تعمیر سیرت اور اسلامی تہذیب کی لازمی تدریس

تعمیر انسانیت اور تشکیل سیرت کے مختلف عناصر اور ذرائع میں تہذیب کی حیثیت بہت نمایاں ہے۔ والدین، معاشرہ، مکتب و مسجد، منڈی و بازار، رسوم و رواج، مسلمانوں کا ماضی حال اور مستقبل کی روایات، تعمیرِ انسانیت میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں.....

ڈاکٹر اسماعیل راجی فاروقی اسلامی تہذیب کے مطالعے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جامعات کے طلبہ کو چار سال تک اسلامی تہذیب کا مطالعہ لازمی کرایا جائے خصوصی مضمون خواہ کوئی بھی ہو، ہر طالب علم کو اسلامی تہذیب کا نصاب لازماً پڑھایا جائے یہ حقیقت ہے کہ وہ ایک اسلامی ملک کا شہری ہے اور امتِ مسلمہ کا رکن ہے ہر طالب علم

---

[1] احیاءِ اسلام اور معلم، ص ۱۰

پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ امت کے تہذیبی ورثہ کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرے اور امت کے مزاج اور روح سے پوری طرح باخبر ہو اور امت کے تہذیبی تشکیل میں عملاً شامل ہو جائے[1]

تعمیرِ انسانیت میں فکر و استدلال کی اہمیت

اللہ کی اس وسیع و عریض کائنات میں ارتقاء و تعمیر کا عمل ہر لمحے جاری ہے۔ خالقِ کائنات انسان کو فکر و استدلال، فہم و بصیرت، سمع و بصر اور فواد کی قوتوں سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ کی کائنات کوئی جامد و ساکت کائنات نہیں ہے۔ کائنات میں حرکت، تبدل و تغیر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تکمیلِ کائنات کا عمل اپنے مراحل طے کر رہا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے

"یزید فی الخلق ما یشاء[2] وہ اپنی مخلوق میں جس چیز کا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ اس کائنات کے توسیعی عمل کی کوئی حد نہیں۔" اولی الالباب" اور" اولی الابصار" صاحب عقل و دانش لوگوں کو اللہ تعالیٰ غور و فکر اور استدلال کی دعوت دیتا ہے۔ کائنات کی تعمیر و تشکیل میں بھی اعلیٰ فکر کی کارفرمائی ہے اور انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس سے نوازا ہے۔ لہذا فکر و استدلال ایک فطری تقاضا ہے۔ کیونکہ انسان کی حقیقی تعمیر و ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ[3] (۱۹ : ۱۹)

"کہیے زمین میں چلو پس دیکھو کہ اس نے تخلیق کا آغاز کیسے کیا پھر اللہ ایک بار پھر پیدا

---

[1] علوم جدیدہ کی اسلامی تشکیل، ص ۳۱

[2] سورہ فاطر : ۱

[3] سورہ العنکبوت : ۲۰

کرے گا۔

مشاہدۂ فطرت کا نتیجہ اعتراف حقیقت ہے لہذا قرآن مجید نے آیات بینات آفاق والنفس میں بارہا مشاہدے اور غور و فکر کی دعوت دی ہے ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ .... اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا"[1] (۲ : ۱۸۸)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور لیل و نہار کی گردش میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل (لیٹے) آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے یہ سب عبث (بے کار) پیدا نہیں کیا۔

ربّ کریم نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور اس کی حسن تدبیر فرمائی تخلیق کائنات کا باعث کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ مگر شائد یہ بے جا نہ ہو کہ کائنات کا یہ سارا ہنگامہ انسان ہی کے لیے برپا ہوا ہے کہ جو خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ" الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للاٰخرۃ" کہ یہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کے بہترین گروہ صحابہ کرامؓ نے اپنے ربّ کی مرضی کو پورا کرتے ہوئے بھرپور زندگی گزاری ..... ان کے فکر و استدلال نے ان کی دنیا اور آخرت کو چار چاند لگا دیے۔ ان کی زندگی بندگی ربّ کی اعلیٰ مثال ہے اور خلفاء راشدین کا شاندار دَور دنیوی تعمیر و ترقی کا قوی گواہ ہے۔

انسان چونکہ مقصودِ کائنات ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اس کے لیے مسخر کر دیا۔

---

[1] سورۃ آل عمران : ۱۹۰ - ۱۹۱

ارشادِ الٰہی ہے :

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً [1]

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسخّر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا۔" ظاہری و باطنی نعمتوں کی تفصیل یہ ہے کہ روحانیت اور مادیت کے سب تقاضے اور مطالبے پورے کر دیئے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ..... وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ .... وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ [2]

"اور تمہارے لیے لیل و نہار شمس و قمر اور ستاروں کو مسخّر کر دیا، (یہ سب) مسخّر ہیں اس (اللہ) کے حکم سے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے اور جو کچھ تمہارے لیے زمین میں اگایا اس کے مختلف رنگ ہیں بے شک اس میں نشانی ہے اس قوم کے لیے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ وہ ذات بابرکات وہ ہستی ہے کہ جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس میں سے کھاؤ تازہ گوشت اور تم اس میں سے نکالتے (حاصل) ہو زیورات جنہیں تم پہنتے ہو۔"

---

[1] سورۃ لقمان : ۱۹

[2] سورۃ النحل : ۱۲، ۱۳، ۱۴

علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔ دراصل کائنات کا یہ پراسرار اہتزاز اور تحریک زمانے کی یہ خاموش روانی جس کا احساس ہم انسانوں کو دن اور رات کی گردش میں ہوتا ہے قرآن پاک کے نزدیک ایک بہت بڑی آیت ہے ..... دراصل مکان و زمان کی یہ عظیم وسعت اس امر کی منتظر ہے کہ انسان کا دستِ تسخیر اسے پورے طور پر مسخر کرے ۔ اس کا فرض ہے کہ آیات الٰہیہ پر غور کرے اور اس طرح ان ذرائع کی تلاش میں قدم اٹھائے جن کی بدولت وہ فی الحقیقت فطرت پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے[1]

لیل و نہار، بر و بحر، ہواؤں، فضاؤں، دریاؤں اور سمندروں کی تسخیر سب اللہ کی نعمتیں ہیں بڑے بڑے جانور جو بظاہر انسان سے قوت کے لحاظ سے بڑھ کر ہیں انسان کی خدمت پر مامور ہیں انسان فضاؤں میں اڑتا ہے سمندر کے سینوں پر بڑی بڑی پہاڑ نما کشتیاں دوڑاتا ہے اگر انسان کچھ بھی غور و فکر اور استدلال سے کام لے تو وہ یہ جان لے گا یہ سب رب کریم کی مہربانی ورنہ انسان تو بہت ضعیف اور ناتواں واقع ہوا ہے۔

خلاصۂ بحث

ہمارا نظام تعلیم، عقیدہ و ایمان، مقصدیت، یقین، فکر و استدلال کے بنیادی جواہر سے خالی ہے، ہم نے اپنے نظام تعلیم کا تعلق اللہ رسول اور آخرت سے نہیں جوڑا ۔ علم و ادراک کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے باوجود ہمارے اذہان عرفانِ الٰہی اور قلوب ذکر اور شکرِ الٰہی سے خالی ہیں ..... ہمارے نصابات بے مقصد ہیں نہ ان سے ایمان و یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے نہ کوئی قوتِ فکر و استدلال پیدا ہوتی ہے ۔ اساتذہ اور طلبہ میں تعمیر کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے ۔ سینکڑوں تعلیمی ادارے تشکیلِ سیرت اور تعمیرِ انسانیت سے عاری ہیں ۔ عارضی مفادات نے ہمیں تعمیر کی بجائے تخریب کی طرف مائل کر دیا ہے ۔ ہمارے بے روح، بے مقصد اور افراط و تفریط پر مبنی نظامِ تعلیم نے ہم سے دنیا اور دین دونوں چھین لیے ہیں ۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہم افلاس اور پسماندگی کا شکار ہیں معیشت، سیاست،

---

[1] تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ خطبہ علم اور مذہبی مشاہدات، ص ۱۶

معاشرت طب و انجینئرنگ ان سب میدانوں میں ہم مفلوک الحال اور دوسروں کے دستِ نگر ہیں . . عالمِ اسلام میں معاشرت و امن کی تباہی کا مشاہدہ ہم خود کر رہے ہیں۔ ظاہر و باطن کے تمام خزانے اور وسائل ہمارے پاس موجود ہیں ۔ اگر ہم ان وسائل کو بروئے کار لائیں اپنے تصورِ تعلیم کو صحیح عقیدہ و اساس فراہم کریں ۔ اپنا رشتہ دینِ اسلام اور رہبرِ کامل سے ساتھ جوڑیں لازوال اسلامی تہذیب کو شامل نصاب کریں تو پست ہمتی ، فقیری و افلاس اخلاقی ، معاشرتی علمی و سائنسی زوال سے محفوظ ہو سکتے ہیں . . . . سمت کے صحیح تعین کے ساتھ تعمیر و ترقی کے ایسے راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں کہ جہاں زندگی کے ہر شعبے میں اپنی احتیاج تو ختم ہو گی ہی ، مگر اس خود کفالت کے ساتھ ہم دنیا کو ترقی و خوشحالی کا پیغام بھی دے سکیں گے ۔ تعمیرِ انسانیت کو صحیح اساس اور جذبے کے ساتھ قائم کرنے کے بعد پورے کرۂ ارض کو امن و اخوت کا گہوارہ بھی بنا سکیں گے شاید ایسا نظامِ تعلیم کرۂ ارض پر بسنے والے اربوں انسانوں کا تعلق اللہ سے جوڑ دے شاید امت مرحومہ پھر ایک بار قرآنی و نبوی صداقتوں کی امین بن کر اٹھے اور کرۂ ارض کی تعمیر و تشکیل اس انداز سے کرے کہ جہاں اللہ کا کوئی باغی باقی نہ ہو جہاں ترقی و تعمیر کا عمل کچھ اس شان کے ساتھ جاری ہو کہ افرادِ معاشرہ ایک دوسرے کے لیے رحمت بن جائیں . . . . اور ہر تسخیر انسانی جذبۂ شکر میں اضافے کا سامان کر دے . . . . تب انسان تسخیر و تعمیر کا ایسا نقشہ پیش کرے کہ سارے انسان اللہ کے مزدور ہیں اور اپنے اپنے شعبہ زندگی میں قلب و ذہن کی خداداد صلاحیت اور استعداد کے ساتھ تعمیر و تسخیرِ کائنات میں مصروف ہیں ، جہاں رشک ، تحسین ، باہمی تعاون ایثار اور قربانی جیسی اعلیٰ اقدار تو پائی جائیں ۔ حسد ، بغض و عداوت اور تخریب کاری باہمی عداوت اور منافرت سے قلوب پاک اور صاف ہوں . . . . . انسان روحانیت کی ایسی معراج پر ہو کہ وہ تعمیر و تشکیل کے مراحل طے کرتا ہوا ملا اعلیٰ کی صفوں میں شامل ہو جائے روحانی کمالات کی شان کچھ اس انداز سے ظاہر ہو کہ فرشتے علی وجہ البصیرۃ اس کی عظمت کو سلام کریں اور اس کے علمی کمالات کا اعتراف کریں . . . . حیوانی زندگی کی طرح ہم محض جبلتوں کے تابع بن کر ٹھہر نہ جائیں بلکہ جذبۂ تعمیر کے ساتھ حقائق کا ادراک اور اعلیٰ تر مقامات و منازل کی تلاش و جستجو جاری رکھیں ۔

دین و دنیا کی ترقی کے لحاظ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ایک مثالی دور ہے۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں امن اور خوشحالی اپنا جواب نہیں رکھتی ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق ایک عورت صنعاء سے حضر موت تک سونے سے لدی پھندی چلتی ہے ...... لیکن اس کی طرف کوئی آنکھ کو اٹھا کر نہیں دیکھتا ... . اقتصادی حالت قابل رشک تھی کہ لوگ زکوٰۃ دے کر نکلنے میں جلدی کرتے ، اس احساس کے ساتھ کہ اگر تاخیر ہوئی تو کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملے گا ۔ عدل و انصاف ایسا مثالی تھا کہ نہ کوئی محروم باقی تھا نہ ہی مظلوم، اعلیٰ اور ادنیٰ سب برابر تھے ۔

بنی امیہ اور بنی عباس کے ادوار میں سلطنتِ اسلامیہ کا جغرافیہ مسلسل پھیلتا چلا گیا ۔ ایجادات و اختراعات ، تہذیب و تمدن ، علوم کی اشاعت اور مسلمانوں کی شاندار ترقی و تعمیر نے پورے عالم کو ان کی طرف متوجہ کر دیا ۔ عالم اسلام انفرادی و اجتماعی تمام مسائل کے حل کے لیے محور و مرکز تھا .... عالم اسلام کو یہ مرکزیت صرف اس لیے حاصل ہوئی کہ انہوں نے اپنے علوم کو ایسی اساس فراہم کی کہ جس نے ان کا رشتہ ایک توانائی ذات کے ساتھ جوڑ دیا اور دوسری جانب خالقِ کائنات کے ساتھ ۔ پھر عرفانِ الٰہی اور خود آگہی کے بے پناہ جذبوں کے ساتھ مسلمان تعمیر و ترقی کے مادی و روحانی اوجِ کمال تک جا پہنچے ۔ عصرِ حاضر میں ہماری مادی و روحانی پسپائی اور زوال کا بھی واحد حل یہی ہے کہ ہم اپنے تصورِ تعلیم ، مقاصدِ تعلیم، نظامِ تعلیم پر نظر ثانی کریں ۔ فکری و نظری اور عملی اعتبار سے پورے نظام میں انقلابی تبدیلیاں لائیں ..... بنیادی عقائد و ایمانیات کو اگر علوم کی بنیاد نہ بنایا جائے تو اختراعات و ایجادات تعمیر و ترقی کے بجائے ہولناک تباہی کا سامان بن جاتی ہیں ، دلوں کا سکون غارت ہو جاتا ہے اور بستیاں ویرانوں میں بدل جاتی ہیں ، اخوت و محبت کی جگہ وحشت لے لیتی ہے جنگ عظیم اول اور دوم کی خوفناک یادیں اور کم و بیش ایسے ہی حادثات اس بات کے واقعاتی شواہد ہیں ۔

علامہ اقبال مرحوم نے خوب کہا :

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات [1]

---

[1] کلیات اقبال بال جبریل ، ص ۳۹۹ / ۱۷۰

محمد حامد یورپ کی تعمیر و ترقی کی حقیقی صورت حال کا جائزہ یوں لیتے ہیں " اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علم کی اس فراوانی کے باوجود وہ روشنی جو اللہ تعالیٰ کی وحی کے سرچشمے سے حاصل ہوتی ہے۔ یورپ اس سے محروم ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کا تمام تر علم و تحقیق انسانیت کی فلاح و بہبود کے بجائے اس کی تباہی کے راستے میں استعمال ہو رہا ہے مغربی سائنس دانوں کی تحقیقات انسانوں کو بہتر انسان بنانے کے بجائے انسانوں کو درندہ بنانے اور چیرنے پھاڑنے کے لیے بہتر آلات فراہم کرنے میں مصروف ہے، اس میں شک نہیں کہ انسان خلاؤں کو مسخر کر چکا ہے اور اس کے قدم چاند کی سرزمین تک جا پہنچے ہیں لیکن اس کے باوجود اس زمین کے مسائل ابھی تک حل نہیں ہوئے[1] خلائی پروازوں اور مصنوعی سیاروں اور عصرِ حاضر کی تمام تر ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے علامہ اقبال کیا فرماتے ہیں[2]:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

---

[1] افکار اقبال، ص ۱۳۸

[2] کلیاتِ اقبال، ضربِ کلیم، ص ۵۳۱

مراجع

قرآن حکیم

۱۔ اقبال علامہ حکیم الامت، تشکیلِ جدید الہیات اسلامیہ، بزم اقبال کلب روڈ لاہور، ۱۹۸۳ء

۲۔ کلیاتِ اقبال بالِ جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۲ء

۳۔ خورشید احمد پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف وتالیف کراچی یونیورسٹی کراچی، ۱۹۸۶ء

۴۔ اسلام کا نظریہ تعلیم، ادارہ تعلیم وتحقیق اچھرہ لاہور، ۱۹۸۷ء

۵۔ خرم مراد، احیاء اسلام اور معلم، ادارہ تعلیم وتحقیق اچھرہ لاہور، ۱۹۸۹ء

۶۔ علی المتقی علاء الدین علامہ، کنز العمال الجزء العاشر، موسۃ الرسالہ بیروت، ۱۹۷۹ء

۷۔ فاروقی اسماعیل راجی ڈاکٹر شہید، علوم جدیدہ کی اسلامی تشکیل، ادارہ تعلیم وتحقیق اچھرہ لاہور، ۱۹۸۹ء

۸۔ محمد حامد، افکار اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۸۶ء

۹۔ محمد سلیم سید پروفیسر، مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، ادارہ تعلیم وتحقیق اچھرہ لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۰۔ ...؟؟، مسلمان مثالی اساتذہ ومثالی طلبہ، ادارہ تعلیم وتحقیق اچھرہ لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۱۔ محمد بن عبداللہ الخطیب ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح الجزء الاول، منشورات المکتب الاسلامی دمشق، ۱۹۶۱ء

۱۲۔ نعیم صدیقی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم، منشورات المکتب الاسلامی دمشق، ۱۹۸۹ء

۱۳۔ یوسف القرضاوی، الایمان والحیاۃ ترجمہ پروفیسر عبد الحمید صدیقی، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۷۹ء، ایمان اور زندگی۔